خواتین افسانہ نگاروں کا اسلوبِ بیان

☆ڈاکٹر محمد مرتضیٰ

زبان اظہار کا اہم وسیلہ ہوتی ہے۔ زمین پر قدم رکھنے والے ابتدائی انسانوں نے بھی اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کسی نہ کسی زبان کا سہارا لیا ہے۔ وقت کے تغیر کے ساتھ ساتھ انسان کا شعور بھی بیدار ہوتا گیا۔ اور انسان مستقل طور پر متحد ہو کر ایک ساتھ رہنے لگا۔ اس طریقے سے سماج کا وجود ہوا۔ اور زبان بھی پروان چڑھی۔ زبان و بیان کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اسلوب بھی وجود میں آیا۔ جس شخص کو اس فن پر عبور حاصل ہوتا ہے۔ وہ ترقی کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے۔ ''اسلوب'' کے لغوی معنی طرز اسٹائل اور پیرایہ کے ہیں۔ اصطلاح میں اسلوب کسی ادیب کے انفرادی انداز بیان یا طرز اظہار کو کہتے ہیں۔ جو اس ادیب کی پہچان بن جائے۔ جب دنیا میں نثر کا وجود ہوا تو ساتھ ہی ساتھ اسلوب کی ایجاد بھی ہوئی۔ یہ دونوں روز اول سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ہم آہنگ ہیں۔ جیسے جسم کے ساتھ جان، زبان خیال کی ترسیل اور انسانی جذبات و کیفیات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اس لئے انسانی زندگی میں زبان کی انفرادی، سماجی اور نفسیاتی اہمیت و ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ زبان کی سب سے پہلی مربوط اور منظم شکل نثر ہے۔ تاریخ انسانی میں معلومات، تجربات اور خیالات کے اظہار و ابلاغ کے لئے سب سے پہلے نثر ہی سے کام لیا گیا۔ صبح سے شام تک زندگی کو رواں دواں رکھنے کے لئے سب سے زیادہ اسی نثر سے کام لیا جاتا ہے۔ نثر میں لکھنے والے کی شخصیت اور اس کے

مخصوص ذہن وفکر کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔اس کا اپنا لب ولہجہ اپنا تجربہ اور اپنا انداز نمایاں ہوتا ہے۔ اس میں ایک مخصوص انفرادیت پائی جاتی ہے۔ جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ادب میں اپنی مخصوص انفرادیت کو اسلوب کا نام دیا جاتا ہے۔اس طرح اسلوب سے مراد لکھنے والے کی وہ انفرادی طرزِ نگارش ہوتی ہے۔ جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے ممتاز اور نمایاں نظر آتا ہے۔ مغربی مصنفین اور نقادوں نے بھی ''اسلوب'' کو شخصیت ہی سے تعبیر کیا ہے۔فرانسیسی صحافی بوفان BUFFON نے کہا تھا کہ ''اسلوب'' مصنف کی شخصیت کا دوسرا نام ہے۔فلائبرٹ FLAUBERT اور اسٹنڈ ال STENDAL نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اسلوب لکھنے والے کی شخصیت کا عکس ہوتا ہے۔اور لکھنے والا اپنے اسلوب سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ان تمام تعریفوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلوب کا مصنف کی طرح شخصیت سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔اسلوب مصنف کی شخصیت کا مظہر ہوتا ہے اس سے مراد وہ منفرد انداز بیان ہوتا ہے۔ جس کے آئینہ میں ہم مصنف کی شخصیت کو بے نقاب دیکھ سکتے ہیں۔خواہ وہ شخصیت کا خارجی پہلو ہو یا داخلی۔ایک منفرد شخصیت کی تعمیر میں جو عناصر کارفرما ہوتے ہیں۔ وہی مخصوص اسلوب کی بھی تشکیل کرتے ہیں۔انفرادیت اسلوب کی روح ہے۔ لکھنے والا جب کسی خیال کو دوسروں تک منتقل کرنا چاہتا ہے۔تو نئے نئے اسالیب تراشتا ہے۔کہیں ایہام، کہیں تشریح، کہیں ایجاز، کہیں تشبیہ واستعارہ اور مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے۔وہ سننے یا پڑھنے والے تک پہنچ جائے۔یعنی خیال کو اولیت حاصل ہوتی ہے۔کبھی خیال ثانوی حیثیت میں بھی ہوتا ہے۔اس وقت لفظی پینترے اختیار کئے جاتے ہیں۔اور نئی نئی صنعتوں سے آرائش کی جاتی ہے۔ادب میں پرتکلف عبارتیں اسی لئے وجود میں آئیں کہ لکھنے والا خیال سے زیادہ الفاظ کی اہمیت سمجھتا ہے۔انتخاب الفاظ کا مطلب صناعی اور مرصع سازی نہیں۔ یہ مرصع سازی اور شیشہ کاری نثر کے بہترین اسلوب میں اسی حد تک ضروری ہے۔ جو

فصاحت و بلاغت، سلاست و شگفتگی اور تاثیر و دلکشی میں اضافہ کرے اس کے لئے لازمی ہے کہ لکھنے والے کے ذہن میں ''صنعت'' اور ''تصنع'' کا فرق ملحوظ رہے۔ گویا اچھے معیاری اور ادبی اسلوب نثر کے لئے انتخاب وتصرفات الفاظ، الفاظ کی فنکارانہ تنظیم و ترتیب اور ان کے درمیان معنوی ربط و تسلسل، الفاظ کی حسن کارانہ تنظیم سے فقروں کی ساخت، فقروں کے درمیان صناعانہ ہم آہنگی اور تراش خراش کے علاوہ موضوع اور طرز ادا کے درمیان کلی ربط، صنعتوں کے تصرف میں سلیقہ مندی وغیرہ کی بڑی اہمیت ہے۔ یہی وہ اجزاء ہیں۔ جو اسلوب کو موزوں، حسین اور تابناک بناتے ہیں۔ اس کے لئے فطری صلاحتیں، مطالعہ، محاسبہ، مشق و شخصیت کا رچاؤ اور نکھار بھی ضروری ہے۔ ان دونوں کے حسین ربط اور مکمل ہم آہنگی سے ہی ''اسلوب' وجود میں آتا ہے۔ ورنہ وادی النظر میں تو اظہار کا ہر وسیلہ کسی نہ کسی اسلوب کا حامل ہوتا ہے۔ ادب کی نثری اصناف میں بالخصوص فکشن لکھنے والوں کا اسلوب سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ کیوں کہ کہانی، داستان، ناول یا افسانہ، کسی شکل میں بھی لکھی جائے، اس کی دلچسپی اور مقبولیت کی بنیاد اسلوب ہی ہوتا ہے۔ بیسویں صدی میں افسانوی اسالیب کی کئی شکلیں نظر آتی ہیں۔ یعنی عام داستان طرازی کا اسلوب جو بیسویں صدی سے قبل رائج تھا۔ اس کے بعد سجاد حیدر یلدرم کے ذریعہ ترجمہ کئے گئے رومانی افسانوں اور ادب لطیف کا اسلوب جو سلطان حیدر جوش اور نیاز فتح پوری کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس کے بعد پریم چند کا اسلوب جو تصنیف نگاری کے زیر اثر بھرپور بیانیہ اسلوب ہے پھر انگارے کے افسانوں کا مذہبی اور معاشرتی قیود سے باغیانہ آزاد اسلوب کرشن چندر، حیات اللہ انصاری اور خواجہ احمد عباس کا ترقی پسند اسلوب سعادت حسن منٹو، قرۃ العین حیدر، حسن عسکری اور انتظار حسین کا منقلب کردہ غیر نظریاتی اسلوب، انور سجاد، رشید امجد اور شوکت حیات وغیرہ کا داخلی اسلوب، سلام بن رزاق اور انور قمر وغیرہ کا خارجی، سیاسی اور معاشرتی منظر نامہ قائم رکھنے والا نیا علامتی اور تجریدی

اسلوب۔اگر چہ اس دوران علامت سریلزم اور خواب کو بنیاد بنا کر افسانے تخلیق کرنے کا رجحان بنا رہا ہے۔لیکن فن افسانہ نگاری کے تجزیے اور مطالعہ سے جو بات ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ موجودہ عہد کا بڑا موضوع معاشرتی اقدار کی ٹوٹ پھوٹ سے پیدا ہونے والی شکستگی تنہائی، بے سمتی اور بے لگامی کی کیفیت ہے اس اعتبار سے اردو افسانہ کی تاریخ میں خاتون افسانہ نگاروں نے سلسلہ کی مضبوط کڑیوں کی طرح کام کیا ہے کیوں کہ عورت اور مرد کو مختلف خانوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا ان دونوں کے ملنے سے ہی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔اور معاشرتی سطح پر پیدا ہونے والے مسئلے دونو ل پر ایک ہی نوعیت کے ساتھ اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہمارے معاشرے نے عورت اور مرد کو مختلف خانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔قول کے اعتبار سے معاشرے کے اصول دونوں کے لئے ایک ہیں لیکن عملی اعتبار سے ان میں بعدِ عظیم ہے۔زمانہ جاہلیت سے عورت مرد کے جبر واستحصال کا شکار چلی آ رہی ہے۔ ہر عہد میں استحصال کی شکل بدلتی رہی لیکن استحصال برقرار رہا۔افسانہ نگاری میں بھی اس جبر اور استحصال کو پیش کیا جاتا رہا ہے۔ابتدائی افسانہ نگاری میں منشی پریم چند، سجاد حیدر یلدرم اور نیاز فتح پوری کے افسانوں میں اس نوعیت کی جھلک ملتی ہے۔بعد میں انگارے کے بعض مصنفین نے بھی اس موضوع کو پیش کیا ہے۔ممتاز مفتی، منٹو، کرشن چندر، بیدی، اور دوسرے افسانہ نگاروں نے بھی اس قسم کے افسانے لکھے جس میں کسی نہ کسی زاویے سے عورت کے ساتھ جنسی اور معاشرتی سطح پر ہونے والی ناانصافیوں کو موضوع بنایا گیا۔عصمت کے بعد آنے والی خواتین افسانہ نگاروں نے جنسی موضوعات کے ساتھ ساتھ معاشرتی افسانے تخلیق کیے جن میں قرۃ العین حیدر، بانو قدسیہ، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، جیلانی بانو، شکیلہ اختر وغیرہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔اسی نہج پر گفتگو کرتے ہوئے اس باب میں افسانہ نگار خواتین کے مخصوص و منفرد اسلوبیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔دراصل اسلوب کا مسئلہ انسانی شخصیت اور نفسیات کے ساتھ اتنا گہرا ہے کہ جب

تک اس پر نگاہ نہ رکھی جائے اسلوب کی نوعیت اور حسن کا پتہ لگانا مشکل ہے۔انسان کے اعمال وحرکات وسکنات کوکون سی قوتیں طے کرتی ہیں۔ان کی معلومات کئے بغیر کسی نتیجہ پر پہنچنا آسان نہیں۔ اگر عادت اور اطوار سے یہ ظاہر ہو کہ وہ عمر رسیدہ عورتوں میں دلچسپی لیتا ہے۔یا ایک بچہ کی طرح دودھ پینے کی خواہش رکھتا ہے۔تو یہ کہا جائے گا کہ وہ نفسیات کا ایک مریض ہے۔اور نفسیاتی تجزیہ یہ ثابت کریگا کہ بچپن میں اسے ماں کی محبت نہیں ملی تھی۔ اگر کوئی ادیب اس مرض میں مبتلا ہے تو اس کے اسلوب پر ایک طرح کی غم گسارانہ فضا اور عورتوں کے لئے کبھی کبھی بے جا ہمدردی بھی ملے گی۔حجاب کے اسلوب پر بھی ان کی شخصیت اور نئی دنیا کی جستجو کی گہری چھاپ ہے۔حجاب کا اسلوب منفرد ہے۔شاید اس کا سبب یہ بھی ہے کہ بعض عناصر کی موجودگی سے ان کی شخصیت بھی ان کے افسانوں کی طرح پراسرار ہوگئی ہے۔اسلوب کی بلندی کو عہد آفریں شخصیت کی بازگشت کہا گیا ہے۔حجاب کی شخصیت عہد آفریں تو نہیں لیکن پرکشش ضرور ہے۔حجاب کے افسانے بھیانک، ہول ناک اور متحیر کردینے والے ہیں۔اس لئے ضرورت تھی ایک ایسے اسلوب کی جو اس غزال وحشی کے حسن کو نکھار سکے۔اس لئے حجاب نے رومانی اسلوب کا انتخاب کیا۔ ان کے موضوع اور فکری میلان کے لئے یہی ضروری اور مناسب بھی تھا۔اس میں شک نہیں کہ ان کا اسلوب پرانی داستانوں کے اسلوب سے قدرے آزاد ہے اور ادب لطیف قسم کی چیزوں سے بھی مختلف ہے۔اس اسلوب میں صرف ایسے ہی افسانے لکھے جاسکتے ہیں۔ان کے اسلوب پر البتہ یلدرم کا تھوڑا اثر ہے۔اس اسلوب کا ایک عنصر ان کی زبان ہے۔ حجاب کی زبان موجود زبان سے مختلف ہے۔ یہ خاص مکتبۂ فکر کی افسانوی زبان ہے۔وہ مکتبۂ فکر جو یلدرم، نیاز اور حجاب تک آکر ختم ہوگیا ہے۔ نئے رومانی افسانہ نگار خواتین میں بعض کی زبان بھی شاعرانہ ہے۔ یہاں بھی ماحول، وقت اور دوسری فطری اشیاء کے ذکر میں غیر معمولی طوالت اور حسن کا احساس ہوتا ہے۔لیکن وہ زندگی سے

گہری مطابقت رکھنے کے باعث زندہ اور متحرک زبان بن گئی ہے۔حجاب کی زبان بھی شاعرانہ ہے۔وہ اپنی زبان سے خوابی اور غیر فطری ماحول کی تخلیق کرنے میں کامیاب ہیں۔ان کی زبان کرشن چندر کی طرح رواں اور مترجم نہیں ہے۔حجاب نے اپنی زبان کے طلسم سے ماحول کو پر اسرار بنانے کی کوشش کی ہے۔ہر جگہ خاتون شب، بزرگ صورتیں ،زوناش، زرتاش، بزرگ، رہبر میرے مالک ،معبود جیسے القاب کے ذریعہ طلسمی مناظر پیدا کئے ہیں۔وہ رنگوں کی خوش رنگی کا ذکر کرتی ہیں۔لیکن اس خوش رنگی سے ان کے کرداروں کے جذبات میں کوئی ہل چل پیدا نہیں ہوتی۔کاسنی رنگ انہیں بہت پسند ہے۔ہر افسانے میں اس کا ذکر ہے۔لیکن کاسنی رنگ سے اس کے اعصاب پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔وہ صرف ان کی اقسام کی معلومات کا اظہار کرتی ہیں۔لیکن حواس خمسہ پر اس کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔اس کی انہیں خبر نہیں ہوتی۔جذبات کی آئینہ داری کی خاطر برابر اشکوں کی جھڑی لگواتی ہیں۔لیکن اس خلش کا اظہار ان کی زبان نہیں کر پاتی۔جس سے عاشق کے دل میں ایک آگ کی سی کیفیت چھپی رہتی ہے۔ان کی زبان آرزومندی، جذباتی شدت اور نئے تصورات کی تلاش میں دل و دماغ کی عکاسی نہیں کرتی۔حجاب کی زبان رومانی ہے۔۔ان کی زبان و بیان میں سادگی سلاست روانی شگفتگی وشائستگی اور شیرینی بدرجہ اتم موجود ہے اس کے علاوہ زبان و بیان میں نازکی اور لطافت پائی جاتی ہے۔ان کی زبان و بیان عریانیت سے پاک ہے۔یہ حجاب کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

مسز عبدالقادر کا اسلوب حجاب کی طرح انفرادی نہیں ہے۔ان کی انفرادیت دہشت سے بھری تصویروں میں چھپی ہے۔ان کا اسلوب بیانیہ ہے۔جس کے سہارے وہ تمام قصوں اور افسانوں کو بیان کرتی چلی جاتی ہیں۔حجاب اس کے برعکس ہیں۔موضوع اور واقعات کی یکسانیت تو حجاب میں بھی ہے۔لیکن اسلوب میں مسز قادر سے زیادہ جاذبیت ہے۔حجاب کی زبان رومانی اور شاعرانہ ہے۔وہ اپنی زبان

کے طلسم کا راز جانتی ہیں۔ لمحہ بھر کے لئے ہر انسان اس طلسم رنگ و بو میں اسیر ہو جاتا ہے۔ مسز قادر میں یہ خوبی نہیں ملتی۔ ان کی زبان بے جان خشک اور بے مزہ ہے۔ بعض جگہ بے حد ثقیل زبان بیان کی گئی ہے۔ ان کے افسانوں میں منظر نگاری کے نمونے بہت ملتے ہیں۔ لیکن ایسی منظر نگاری نہیں ملتی جہاں لمحہ بھر کے لئے آدمی محفوظ ہو سکے۔ مسز عبدالقادر کے تخئیل کی بنیاد جن، بھوت، اعصابی امراض اور جادو ٹونے پر ہے اس لئے ان کے افسانوں میں پیش آنے والے واقعات کا اسلوب بے حد ڈراؤنا اور دہشت ناک ہے۔ ہر افسانے میں قتل، موت اور دل ہلانے دینے والی باتیں موجود ہیں۔ مسز عبدالقادر نے اسلامی عقیدے اور مذہب کی پرانی روایتوں سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

رشید جہاں نے اتنا کم لکھا ہے کہ ان کے اسلوب کی دریافت کا مسئلہ کافی دشوار ہے۔ ویسے عام طور پر ان کا اسلوب پریم چند اور انگارے سے متاثر معلوم ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں میں نسوانی زبان اور نسوانی معاشرے کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ انہوں نے ان گوشوں کو دیکھا ہی نہیں ہے بے نقاب بھی کیا ہے۔ جو خلوت پسند عورتیں اپنے دل کے نہاں خانوں میں پوشیدہ رکھتی ہیں۔ ان کے اسلوب پر یلدرم کا کوئی اثر نہیں۔ ان کی زبان بڑی صاف اور سیدھی ہے یہ زبان اردو کی دوسری تمام خواتین افسانہ نگاروں نے تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ استعمال کی ہے۔ یہ کرداروں کی مناسبت سے زبانیں استعمال کرتی ہیں۔ ان میں شاعرانہ تصنع نہیں ہے خاص کر عورتوں کی معاشرتی زندگی کے اظہار میں جو زبان رشید جہاں نے لکھی ہے وہ مستقبل کی زبان ہے۔

خاتون اکرم کی افسانوی زبان اور ان کے لب ولہجہ کو ہم دہلوی افسانے کی ایک دوسری روایت سے وابستہ کر سکتے ہیں۔ جو محاورہ بندی سے آزاد ہونے کے

باعث ایک نیا طرز اور سادہ اسلوب ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ خاتون اکرم نے زبان کے معاملے میں بڑی حد تک اپنے آپ کو اس روش سے آزاد رکھا۔ غالباً اس کی وجہ خاتون اکرم کا ابتدائی ماحول ہے۔ چوں کہ وہ اردو کے علاوہ فارسی و ہندی سے بھی واقف تھیں اس لئے ان کے بیان میں انگریزی کے خوب صورت لفظوں، مختصر جملوں، حسین استعاروں اور شاعرانہ تشبیہوں کا استعمال ہے۔ ان کے افسانوں میں نہ صرف سادگی اور روانی ہے بلکہ شروع سے آخر تک دلچسپی اور دلکشی برقرار رہتی ہے۔ ان کا اسلوب قریب قریب وہی ہے جو علامہ راشد الخیری کا تھا۔

عصمت کا اسلوب دوسرے قسم کا ہے ان کی انفرادیت کی وجہ بھی موضوع اور اسلوب ہے۔ ان کی شخصیت میں بے باکی، جراءت رندانہ، زندگی سے نبرد آزما ہونے کے جو صلے ملتے ہیں۔ وہ سب ان کی تحریروں میں موجود ہیں۔ انہیں عناصر سے انہوں نے اپنے زمانے کے مزاج کو سمجھا ہے۔ اس لئے ان کا اسلوب تیز طرار اور طوفانی ندی جیسا ہے۔ ان کے یہاں طنز کے بے حد چبھتے ہوئے تیر ملتے ہیں۔ یہ جراح کی چبھن کا اسلوب ہے۔ اشاروں تشبیہوں اور علامتوں میں عصمت نے معاشرت پر قاری ضرب لگائی ہے۔ دراصل یہ خواب سے بیداری کا اسلوب ہے۔ اس کے علاوہ عصمت نے جہاں نوجوان لڑکیوں کی الجھنوں کو پیش کیا ہے۔ وہاں ان کی زبان اور علامتوں نے بے حد نفیس تصویر کھینچی ہے۔ بظاہر ان میں تھوڑی سی بکی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن یہ انداز بیان عصمت کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ اسلوب زبان کا بھی رہین منت ہوتا ہے۔ اسلوب کی عظمت میں زبان کو بہت دخل ہے۔ عصمت کی زبان چٹخارہ دار ہے۔ ان کے یہاں کنایہ اور استعاروں کی بہتات ہے۔ یہ زبان کرداروں کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔ عورتوں کی بات چیت کو جس خوبی سے عصمت نے پیش کیا ہے۔ وہ غیر معمولی ہے۔ عصمت کا لب ولہجہ تیز تند

اورانوکھا ہے۔عصمت پہلی خاتون ہیں جنہوں نے عورتوں کی بات چیت کو عورتوں ہی کی زبان میں لکھا۔ان کی زبان متوسط طبقے کی تعلیم یافتہ عورت کی معیاری زبان ہے۔عورتوں کے مخصوص محاورات، ان کا مخصوص لب ولہجہ عصمت سے بہتر کسی کے یہاں نہیں ملتا۔اسی خصوصیت نے ان کے طرز اسلوب کو انفرادیت سے نوازا اور معمولی موضوعات کو بھی نئے رنگ نئی شکل اور نئی شان کے ساتھ پیش کیا۔

ممتاز شیریں کے اسلوب میں جدت ہے۔اس کا تعلق تھوڑا بہت رومانیت سے بھی ہے۔ خاص کر ''انگڑائی'' کے افسانوں میں یہ بات آسانی سے مل جاتی ہے۔خاتون افسانہ نگاروں میں عصمت پہلی افسانہ نگار ہیں جنہوں نے خواب سے بیداری کا اسلوب اختیار کیا۔ان کے بعد دوسری خاتون افسانہ نگاروں نے اس طرف توجہ نہیں دی۔سبھی رومانی اسکول سے کسی نہ کسی صورت میں وابستہ رہیں۔ممتاز شیریں نے اس طرف اس دائرے سے نکلنے کی کوشش کی ہے۔''میگھ ملہار'' اس کی زندہ مثال ہے۔ان کی انفرادیت ان کی شخصیت میں نہیں بلکہ ان کے مطالعے اور اس کے ادبی اظہار میں پوشیدہ ہے ممتاز شیریں نے مغربی مصنفین کا اچھا مطالعہ کیا ہے۔لیکن ان کی اپنی زندگی اور ان کے فکری رجحان پر مشرقیت کا گہرا اثر ہے۔اس لئے انہوں نے اپنے اسلوب میں لب ولہجہ کی مغربیت تو پیدا کر لی لیکن وہ گہرائی رمزیت پیدا نہ کرسکیں۔ جو مغربیت کا تقاضا تھا۔قرۃ العین حیدر سراسر رومانی ہیں۔لیکن ممتاز شیریں کی رومانیت راکھ میں آگ کی چنگاری جیسی ہے۔ اس لئے ان کے اسلوب میں تھوڑی بہت انفرادیت ضرور ہے۔اسلوب کا ایک جز زبان بھی ہے۔ممتاز کی زبان افسانوں کی ضرور ہے۔لیکن کہیں کہیں تصنع بھی ملتا ہے۔خاص کر اس وقت جب وہ اپنے علمی اظہار سے افسانے کو آگے بڑھانا چاہتی ہیں۔ان کی زبان عصمت کی طرح تیز کاٹ دار نہیں۔ان میں قرۃ العین حیدر کی سی جذباتی آرزو مندی کا لب و لہجہ بھی

نہیں۔سانسوں کے ارتعاش کی کیفیت بھی نہیں۔ان میں نرمی اور سادگی ہے مگر فن کاری کے ساتھ۔البتہ کہیں ان افسانوں میں جنوبی ہند کی معاشرت کی جھلکیاں ہیں۔خصوصاً ''آئینہ''،''رانی''، شکست میں ان افسانوں میں یہاں کی مروجہ زبان اور نچلے طبقے کے لوگوں کا بھی لہجہ ملتا ہے۔اس کے باوجود بھی زبان وبیان کی غلطیوں سے ان کے افسانے پاک ہیں۔اگر وہ اکتسابی علوم کا مظاہرہ نہ کریں تو یہ تصنع بھی ختم ہوجائے گا۔اوران کی افسانوی زبان ڈھل کر بالکل صاف ہوجائے گی۔

صالحہ عابد حسین کا اسلوب پرانا ہے۔ان کے افسانے پڑھتے وقت ایک طرح کی بے لطفی اور بے رنگی کا احساس ہوتا ہے۔زندگی میں خوشی اور غم دونوں ہیں۔پریشانیوں میں ہی آدمی مسکراتا ہے۔ایک دکھی آدمی کی مسکراہٹ ادب میں معنویت کا درجہ رکھتی ہے۔صالحہ کے یہاں کہیں کہیں اس طرح کی فضا ملتی ہے۔مگر ان کی حقیقت نگاری بے ربط معلوم ہوتی ہے۔ان کے کردار باوجود اپنی سادگی کے کوئی نقش نہیں چھوڑتے اس لئے ان کا اسلوب بھی قدیم اسلوب کی آئینہ داری کرتا نظر آتا ہے۔اسلوب کی خوبصورتی اور دلکشی میں زبان کو اہم مرکزیت حاصل ہے۔ان کی زبان نسوانی جذبات کے اظہار میں بھی معنویت رکھتی ہے۔صالحہ کے افسانوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں عورتوں کے کردار کو بنیادی جگہ حاصل ہے۔ان کی مظلومیت کو اسی طرح پیش کرتی ہیں۔جس طرح ابتدائی دور کی خاتون افسانہ نگار کرتی تھیں۔اس کے باوجود بھی ان کا مطالعہ طمانیت پیدا نہیں کرتا۔اور یہ بھی اچھی طرح نہیں معلوم ہوتا کہ وہ نسائی جذبات کی عکاسی کررہی ہیں۔حالانکہ عورتوں کی زبان آسانی سے پہنچانی جاتی ہے۔صالحہ کے اسلوب پر حالی کی چھاپ ہے۔اس کے علاوہ محمدی بیگم کے اثرات بھی ملتے ہیں۔ان کا اثر صالحہ کی زبان پر بھی پڑا ہے۔غالباً اس کا سبب وہ معاشرہ ہے۔جس میں عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں کم تر درجہ حاصل

ہے۔ اکثر ان کے افسانوں میں اس طرف اشارہ ملتا ہے۔

حمیدہ سلطان کی افسانوی زبان دہلی کے قدیم افسانہ نگاروں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ بلکہ اپنے زمانے کے بعض ایسے ادیبوں سے کہیں بہتر ہے جو محاورے کا غیر ضروری طور پر سہارا لیتے ہیں۔ اور بہت جلد آمیانہ سطح پر اتر آتے ہیں۔ حمیدہ سلطان کے افسانوں میں کہیں کہیں عامیانہ پن آجاتا ہے۔ لیکن ان کی زبان میں عامیانہ پن نہیں۔ ان کے افسانے اس اعتبار سے خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔ ترقی پسند تحریک سے بھی انہوں نے تاثر لیا ہے۔ لیکن ان کے افسانوں کی فضا تقلید سے بڑی حد تک آزاد ہے۔

تسنیم کا اسلوب رومانی ہے وہ رومانی مکتبہ فکر کی ایک بے حد صحت مند مصنفہ ہیں۔ ان کی شخصیت میں جو نرمی، ملاحیت اور سلاست روی، ظرافت اور خوش فکری کے عناصر شامل ہیں۔ وہ ان کے افسانوی اسلوب پر بھی حاوی ہیں۔ ان کے یہاں بھی رومانی افسانہ نگاروں کا دکھ محسوس ہوتا ہے۔ لیکن اس کی رفتار اتنی سبک ہوتی ہے جیسے دریا میں ہلکی ہلکی لہریں بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ انہیں لمحوں کو قابو میں کرنے کا فن تسنیم نے سیکھا ہے۔ یہ گرفت ان کی شخصیت کی دل نوازی اور محبوبیت کی آئینہ داری کرتی ہے۔ اس لئے وہ سجاد حیدر یلدرم حجاب اور نیاز فتح پوری کی تقلید نہیں کر سکیں۔ تسنیم کی رومانیت نے ان کے اسلوب کو سنوارا ہے۔ یہ بڑے متوازن انداز میں بات کہتی ہیں۔ ان میں حجاب کا تصنع نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے رومانی اسلوب پر صرف جذباتیت کی پرچھائیں ہے۔ عصمت کی طرح تسنیم کا اسلوب بیداری کا پیام نہیں دیتا اور نہ ہی اس میں وہ کاٹ ہے۔ جو بر فیلی چھری کے لمس سے پیدا ہوتی ہے۔ تسنیم کا اسلوب سیدھا اور پیارا ہے۔ ان کی زبان افسانوں کی زبان ہے۔ عام طور پر پڑھے لکھے طبقے میں جو زبان بولی جاتی ہے۔ وہ تسنیم کے یہاں ملتی ہے۔ اس

میں کوئی تکلف اور ظاہر داری نہیں۔کرداروں کی مناسبت سے مکالمہ لکھتی ہیں۔یوں تو ان کے یہاں کسان، مزدور اور نچلے طبقے کے افراد نہیں ہیں۔لیکن اگر کہیں ہیں تو وہ اپنی خصوصیت کے ساتھ ابھرتے ہیں۔ان کی زبان دوسرے کرداروں سے مختلف ہے۔افسانے کی زبان عام طور پر آسان اور عام فہم ہونی چاہیے۔اس بات کا خیال لکھنے والوں کو رکھنا چاہئے کہ اس میں ربط تسلسل اور طنز ومزاج کی چاشنی بھی رہے۔تسنیم نے ان عناصر کا خیال رکھا ہے۔

ہاجرہ کا اسلوب خواب سے بیداری کا اسلوب ہے۔ہاجرہ نے اس کو کچھ تو ''انگارے'' کے مصنفین سے لیا اور کچھ عصمت چغتائی سے۔اس اسلوب کے لئے ضروری ہے کہ قلم میں جرأت، بے باکی اور زندگی کا گہرا مشاہدہ ہو۔عصمت میں یہ تمام خوبیاں تھیں۔اس کے علاوہ عصمت میں ایک طرح کا انتقامی جذبہ بھی تھا۔جو صرف سعادت حسن منٹو کے یہاں ملتا ہے۔ہاجرہ مسرور نے ان لوگوں سے اسلوب کا فن تو مستعار لیا لیکن وہ انتقامی جذبہ نہ پیدا کرسکیں۔جس نے عصمت کی زبان اور سلوب کو منفرد بنایا۔ہاجرہ کی ابتدائی کہانیوں کا اسلوب عصمت کی دین ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے وہ غیر فنکارانہ انداز میں موجود تھیں اور اب اس میں ایک معنویت پیدا ہوگئی ہے۔اس طرح کے اسلوب کے لئے زبان ایک بہت بڑا سہارا ہوتی ہے۔ہاجرہ مسرور خدیجہ مستور کی طرح زبان نہیں لکھتیں بلکہ انہیں اس کا خیال برابر رہتا ہے کہ ان کی زبان ان کے احساسات کی صحیح آئینہ داری کرے۔

خدیجہ مستور کے اسلوب پر عصمت اور رشید جہاں کا اثر ہے۔ابھی تک انہوں نے اپنی انفرادیت پیدا نہیں کی ہے۔احمد ندیم قاسمی نے ''اردو افسانہ روایت اور تجزیہ'' میں کہا ہے کہ یہاں ایک طرح کا دھیما پن ہے۔سنبھل سنبھل کر قدم رکھنے کی کوشش ہے۔یہ خصوصیت خدیجہ کے تمام افسانوں میں نہیں پائی جاتی۔اس کا مطلب

یہ کہ ابھی تک وہ ایک طرز کی مالک نہیں بن سکیں۔ نئے دور کی افسانہ نگار خاتون میں جیلانی بانو، واجدہ تبسم کے افسانوں پر بھی رومانی اسلوب کی چھاپ موجود ہے۔ پھر بھی ان کا اپنا انداز بیان ضرور ملتا ہے۔ خدیجہ کا اسلوب سپاٹ، خشک اور بے جان نہیں ہے۔ کہیں کہیں ان میں عصمت جیسی چبھن، تیزی اور تراش ملتی ہے۔ دراصل ابھی تک وہ ان اثرات سے آزاد نہیں ہو پائیں ہیں۔ جو ان پر عصمت اور ان کی ہم عصر خاتون افسانہ نگاروں نے چھوڑے ہیں۔ خدیجہ کی زبان افسانوی ہے۔ دوسری خاتون افسانہ نگاروں کی طرح وہ سلیس، صاف اور یوپی کے اطراف کی زبان استعمال کرتی ہیں۔ خدیجہ کی زبان میں شوخی، ظرافت نہیں پائی جاتی۔ بات چیت بالکل روزمرہ کی زبان میں کی جاتی ہے۔ ممتاز شیریں کی طرح وہ اپنی علمیت کا مظاہرہ نہیں کرتیں۔ نہ ہی خالص تخیلی اور رومانی زبان لکھتی ہیں۔ خدیجہ کو اس امر کا احساس ہے کہ افسانوں کی زبان جتنی سلیس، عام فہم ہوگی اتنا ہی اچھا ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں انہیں لسانی سوجھ بوجھ بھی ہے۔

قرۃ العین حیدر کا اسلوب رومانی اور دلکش ہے۔ یہ اپنے آپ میں کھو جانے کا اسلوب ہے۔ عام طور پر رومانی افسانہ نگار اسی اسلوب کو اپناتے ہیں۔ کیونکہ اس کے ذریعہ وہ آسانی سے جذبوں کے اظہار میں کامل ہو سکتے ہیں۔ یہ داخلی دنیا کی جلوہ نمائی کے لئے سب سے زیادہ موثر اور کارگر اسلوب ہے۔ یہ جذباتی ذہنوں کے لئے کشمکش رکھتی ہیں۔ جو انسان منطق اور استدلال کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔ اور تجزیہ کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت کا پتہ لگاتے ہیں۔ انہیں یہ اسلوب بیان راس نہیں آتا۔ لیکن جس کی شخصیت جذبوں کے سہارے پروان چڑھتی ہے۔ ایک نئی دنیا کی جستجو کے لئے اپنے دل میں تڑپ اور بے چینی محسوس کرتی ہے۔ اپنی ذات میں کھو جانے اور کائنات کی تمام نعمتوں کو ایک ذات واحد کی خاطر سمیٹ لینے کی خواہش

رکھتی ہے۔اسے یہ اسلوب بے حد عزیز ہے۔ یہ ایسا اسلوب ہے جس کے ذریعہ انسان کی شخصیت کی تہ در تہ دوسری شخصیتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔بسا اوقات اسے حقیقت سے گریز کا پہلو بھی تصور کیا جا سکتا ہے۔اور ایسا کرنا غلط بھی نہ ہوگا لیکن اس میں آرزوؤں، تمناؤں کی ایک وسیع دنیا بھی چھپی ہوئی ہے۔ فنکار کی شخصیت کے مختلف زاویۓ پوشیدہ ہوتے ہیں۔یہ انسان کے نازک ترین تار نفس کو چھیڑتی ہے۔جس سے سارا وجود مرتعش ہو جاتا ہے۔لیکن اس کو سنبھالنے کے لئے صرف خیال کی پرواز کافی نہیں ۔اس کے لئے ایک بے حد انسان دوست دل اور لطیف و نازک احساس کی وسیع و عریض دنیا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ورنہ اس بات کا خدشہ ہے کہ فنکار الفاظ اور اکتسابی علم کے ذریعہ ایک جہان بے معنی کی تخلیق کردے۔ قرۃ العین حیدر کے ساتھ یہ بات نہیں۔ان کے اسلوب پر رومانی افسانہ نگاروں کی پرچھائیں ہے۔ان میں یلدرم، نیاز، مجنوں، کرشن چندر سبھی شامل ہیں۔انہوں نے رفتہ رفتہ اپنا ایک انفرادی اسلوب پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی فنکارانہ صلاحیتوں اور ان کی شخصیت کے پراسرار رومانی عناصر کی امیزش اس میں معاون ثابت ہوگی۔ان کی زبان بھی اس سلسلے میں مددگار ہے۔ عام طور پر قرۃ العین حیدر کی زبان کی شکایت کی جاتی ہے۔لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے افسانوں میں انگریزی کے بہت سے الفاظ ملتے ہیں۔جس سے ایک بے ڈھنگا پن ظاہر ہوتا ہے۔انگریزی الفاظ بے شک ان کے یہاں ضرورت سے زیادہ ملتے ہیں۔وہ جس ماحول میں رہتی ہیں۔ اور جس ماحول کے خاکے تراشتی ہیں۔اس میں اسی انگریزیت نے پرورش پائی ہے۔اس سے بے زاری نہیں بلکہ ہمدردی کی ضرورت ہے۔اس کے علاوہ ان کی زبان پیاری ہے۔ یہ اپنے اندر خوابی ترنم رکھتی ہیں۔ان میں موسیقی چھپی ہے۔معصوم اور نو جوان دلوں کی دھڑکنیں مدغم ہیں۔ان کی زبان لوریوں کی سی ہے۔انتہائی رومانی

ہونے کے باوجود بھی یہ حجاب کی زبان کی طرح مصنوعی نہیں۔ ان میں زندگی کی سرگرم لمحوں کی داستانیں پوشیدہ ہیں۔ مسوری کی برفیلی وادیوں، مشرقی پاکستان کے دریاؤں، ناریل کے درختوں اور جنوب مشرقی ایشیا کے گھنے جنگلوں اور گھروں کا جب قرۃ العین حیدر ذکر کرتی ہیں۔

تو انہیں دیکھنے کی دل میں خواہش اُبھرتی ہے۔ ان کی زبان موجودہ عہد کی زبان ہے۔ اس میں عصمت کی تلخی، چٹخارہ پن اور مخصوص علامتوں کے محاورات نہیں ملتے۔ رومانی ذہن اور افسانہ نگار کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ اپنے غموں کو اس طرح الفاظ میں پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والا فوری طور پر بے حد متاثر ہوجاتا ہے۔ اس لئے زبان رومانی افسانہ نگاروں کے یہاں آ کر نہ صرف پھلتی پھولتی ہے۔ بلکہ وہ نازل لطیف جذبوں اور داخلی احساسات کے اہم ترین گوشوں اور واردات سے بھی آشنا ہوتی ہے۔ یہ آشنائی ادب میں نزاکت پیدا کرتی ہے۔ ایک طرح کی نشائیت بیدار کرتی ہے۔ جو شرافت اور اعلیٰ اقدار کی تشکیل کے وقت مددگار ثابت ہوتی ہے۔

دراصل اسلوب کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے۔ اس لئے ہر لکھنے والی یا لکھنے والا اپنا انفرادی اسلوب نہیں رکھتا۔ وہ ابتدا کسی نہ کسی تقلید سے ہی کرتا ہے۔ اور اگر وقت کے ساتھ اس کی شخصیت، علم اور زندگی میں انفرادیت بڑھتی گئی تو وہ ایک خاص صاحب طرز بن جاتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کی ابتدائی تحریروں پر حجاب اور یلدرم دونوں کے اثرات آسانی سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن قرۃ العین حیدر نے دھیرے دھیرے رومانی اسلوب میں ایک نیا اسلوب پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ابھی بھی ان پر سابقہ اثرات باقی ہیں۔ لیکن ان کے طریق فکر اور شخصیت کی رنگارنگی اس اسلوب کو جنم دے چکی ہے۔ جو بالکل انکی اپنی ہوگی۔ اس لئے اسلوب کا سوال فنکار کے ساتھ اس کی فنکارانہ مہارت تجزیہ اور اس کے شعور و آگہی کا سوال پیدا کردیتا ہے۔

صدیقہ بیگم ایک خاص تحریک کے زیر اثر لکھتی رہی ہیں۔ان کے پاس زندگی کو نباہنے کا انداز فکر بھی موجود ہے۔صدیقہ بیگم کا اپنا کوئی اسلوب نہیں ہے۔اس کا بڑا سبب شاید ممتاز حسین کے مطابق یہ ہو کہ صدیقہ کی شخصیت اپنی تحریر میں کوئی نقش نہیں چھوڑتی۔حجاب رومانی اسلوب کی مالک ہیں۔عصمت کا اسلوب بے باکی، جرأت رندانہ اور تلوار کی کاٹ کا اسلوب ہے۔دوسری خاتون افسانہ نگاروں نے تقریباً انہیں دونوں کی تقلید کی۔صالحہ عابد حسین نے نزیر احمد کے اسلوب کو اختیار کیا۔اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر اگر صدیقہ کے اسلوب کو پرکھا جائے تو وہ خاتون افسانہ نگاروں سے کم متاثر معلوم ہوں گی۔بلکہ پریم چند کا اثر ان پر زیادہ ہے۔صدیقہ کی حقیقت نگاری پر پریم چند کی چھاپ ہے۔یہی بات ان کے اسلوب کے سلسلے میں بھی کہیں جاسکتی ہے۔صدیقہ کے یہاں صحافتی اسلوب کے نمونے بھی ملتے ہیں۔لہٰذا یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ان کا ابھی تک اپنا مخصوص اسلوب نہیں ہے۔جہاں تک ان کی زبان کا تعلق ہے۔اس پر بھی پریم چند کا اثر ہے۔صدیقہ کی زبان روزمرہ کی زبان ہے۔انہوں نے کبھی بھی شدید رومانی زبان نہیں لکھی۔دراصل ان کے یہاں ایک طرح کی خارجی مصروفیت پائی جاتی ہے۔اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ عام فہم زبان استعمال کی جائے۔تمام افسانہ نگاروں سے زیادہ صدیقہ بیگم نے اس امر کی طرف دھیان دیا ہے۔زبان کے معاملے میں وہ سہیل عظیم آبادی سے زیادہ قربت رکھتی ہیں۔دراصل افسانوں کی زبان موجودہ دور میں بے حد آسان ہوگئی ہے۔صدیقہ کے یہاں کہیں نسوانی نفسیات کو پیش کرنے کے لئے جو زبان لکھی گئی ہے وہ بے حد سادہ ہے۔

جیلانی بانو کا اسلوب رومانوی ہے۔اس میں نرمی اور لطافت ہے۔اسلوب میں شخصیت کے کے رچاؤ اور تخئیل کی آمیزش کا بڑا ہاتھ ہے۔آدمی کی شخصیت میں جتنی نرمی اور لطافت ہوتی ہے۔اس کا اثر اس کے ادب اور فن پر بھی ہوتا ہے۔نرمی اور

لطافت کاخمیر انسان دوستی کے ذریعہ تیار ہوتا ہے۔ جیلانی بانو ایک عورت ہیں۔ عورت ہونے کی وجہ سے وہ ماں، بہن، بیوی کی حیثیت بھی رکھتی ہیں۔ اس طرح ان کی سماجی ذمہ داریاں بھی منقسم ہیں۔ پھر بھی ان کا ادب زندگی کے گہرے تجربات پیش کرتا ہے۔ ان تجربات کو پیش کرنے کا سلیقہ خوبصورت اور رومانوی ہے۔ البتہ ان میں انفرادیت ابھی تک پیدا نہیں ہو پائی ہے۔ دراصل انفرادیت کا مسئلہ اسلوب کے مسئلہ سے وابستگی رکھتے ہوئے بھی اپنی جداگانہ نوعیت کا حامل ہے۔ جیلانی بانو کے اسلوب پر کرشن چندر، قرۃ العین حیدر اور کہیں کہیں عصمت اور تسنیم کے اثرات بھی ملتے ہیں۔ جیلانی بانو کا اسلوب بھی رومان کی ہلکی لہروں پر قائم ہے۔ ان میں جذباتی آرزوؤں کی دنیا چھپی ہے۔ یہ اسلوب جذبات، رومان اور تخیل کے امتزاج سے وجود میں آیا ہے۔ اس میں جیلانی بانو کی زبان کی بھی خاصی اہمیت ہے۔ حیدرآباد اردو زبان اور تہذیب کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کے لکھنے والوں نے اردو زبان کی نشوونما کی ہے۔ جیلانی بانو کی زبان بھی جدید رومانوی زبان ہے۔ اس زبان میں مقامی رنگ کا بھی اثر ہے۔ یہ افسانوں اور ناولوں کی زبان ہے۔ روزمرہ کی بات چیت میں تھوڑی بہت ادبی چاشنی ضروری ہے ورنہ سپاٹ پن پیدا ہوجانے کے امکانات ہوجائیں گے۔ جیلانی بانو کی زبان قرۃ العین حیدر کی طرح رومانوی نہیں ہے۔ ان کے یہاں انگریزی الفاظ کا استعمال نہیں ہے۔ شکیلہ اختر اور حجاب امتیاز کی طرح بعض ثقیل الفاظ نہیں ملتے۔ مذہبی اصطلاحیں بھی نہیں ملتیں۔ بلکہ انسانی زندگی میں جس زبان کی ضرورت ہو بالکل وہی لہجہ اور بات چیت جیلانی بانو کے یہاں ملتی ہے۔ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ افسانوں کی زبان آسان اور عام فہم ہونی چاہیئے۔ اسلوب اور زبان کے لحاظ سے اردو افسانہ کافی ترقی کر گیا ہے۔ اس ترقی میں خواتین افسانہ نگاروں کا اہم کردار رہا ہے۔

☆☆

سہ ماہی "جہانِ اردو" دربھنگہ

جلد-۱۴ شمارہ-۵۳-۵۴ جنوری تا جون ۲۰۱۴ء

☆ مدیر: ڈاکٹر مشتاق احمد ☆ معاون: ڈاکٹر رابعہ مشتاق

شرح برائے تعاون

اس مشترکہ شمارہ کی قیمت =/100 روپئے

☆ فی شمارہ- 50 روپے ☆ سالانہ 200 روپے

☆ بذریعہ چیک 300 روپے ☆ رجسٹرڈ پوسٹ 500 روپے

☆ تاحیات 5000 روپے ☆ بیرون ملک 30 ڈالر

چیک یا ڈرافٹ پر صرف **JAHAN-E-URDU** لکھیں۔

کمپوزنگ

افضل، پرومپٹک کمپیوٹرس، دربھنگہ- فون 09905228544

پرنٹر، پبلیشر اور آنر ڈاکٹر مشتاق احمد نے دربھنگہ آفسٹ پرنٹرس، دربھنگہ میں چھپوا کر دفتر "جہانِ اردو" محلہ رحم گنج پوسٹ لال باغ، دربھنگہ ۸۴۶۰۰۴ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: ڈاکٹر مشتاق احمد

جہانِ اُردو

اُردو کے گمشدہ قاری کا متلاشی اور تعمیری ادب کا ترجمان

ISSN. 2278-3474

ایڈیٹر

ڈاکٹر مشتاق احمد

رابطہ

The Editor
JAHAN-E-URDU
Rahamganj,Darbhanga-846004 (Bihar)
Ph.06272-235748, Fax - 06272-233882
Mob. 91-9431414586
Email : jahaneurdu@yahoo.co.in ,rm.meezan@gmail.com

Scanned by CamScanner